ریسرچ جرنل تحقید

جلد 04، شمارہ 02، دسمبر 2023

محمد حسن،

پی ایچ ڈی اردو سکالر، وفاقی اردو یونیورسٹی کراچی

ڈاکٹر یاسمین سلطانہ،

صدر شعبہ اردو / ایسوسی ایٹ پروفیسر، وفاقی اردو یونیورسٹی کراچی

Muhammad Hasan
PhD Urdu Scholar, The Federal Urdu University Karachi
Dr. Yasmeen Sultana
Head of Department Urdu/ Associate Professor, The Federal Urdu University Karachi

رسائل و جرائد کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ بحوالہ گلگت بلتستان

Research and critical studies on papers and Journals in Gilgit Baltistan

eISSN: 2789-6331
pISSN: 2789-4169

Copyright: © 2023 by the authors.
This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT:

Gilgit-Baltistan is a region with linguistic and cultural diversity was named as the Northern Area in the past. Religious influences were prevailed across the GB in different eras and left indelible impressions. Ancient Orientals mentioned the way of living of these regions in their autobiography and other literary works that also influenced the local languages of the region. In this regard, Western prominent author Grayson’s famous work “The Linguistic survey of India” is worth knowing. The author has discussed the declination of Baltistan in 1840 when the Dogra rulers invaded the region. Besides that, in 1948 when Baltistan set free from the Gogra Rule and came under Pakistan, the promotion of Urdu language is obviously observed in the educational institutions. In 1906, The first English paper “Spanker” and the first pen paper “Jamhoor” and “Terjuman” which were published in 1949 has been thoroughly been assessed in the paper.

Key words: Gilgit-Baltistan Tehreek, linguistic and cultural, Northern Area, Jamhoor, Terjuman, Baltistan.

گلگت بلتستان ماضی میں عظیم تبت کا حصہ رہا ہے بوجوہ ثقافتی بو قلمونیوں کے یہاں انگنت تہذیبی و ثقافتی لسانی و مذہبی نقوش و آثار آج بھی نمایاں ہیں۔ بدلتے وقت کے ساتھ اس خطے کی تہذیبی و ثقافتی اہمیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ خطہ عظیم پہاڑی سلسلوں ہمالیہ اور قراقرم کے دامن میں واقع ہے۔ سلسلہ کوہ ہندوکش انہی دو سلسلوں کو کہا جاتا ہے۔ ماضی بعید میں ان گمنام وادیوں کی طرف لوگوں کی آمد و رفت کا تذکرہ بھی قدیم سفر ناموں میں ملتا ہے۔ چنانچہ مورخین کا خیال ہے چینی سفر ناموں میں اس خطے کے حوالے سے اور یہاں کے باسیوں کے رہن سہن کے حوالے سے مختصر تذکرے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ کم و بیش دنیا کے تمام مورخین کے ہاں بھی اس علاقے کے حوالے سے معلومات ملتی ہے۔ حسبِ ذیل پیراگراف اس بات کی غماز ہے۔

"ہیروڈس اور پٹامی جیسے رومن مورخین نے اپنی تحریروں میں بیالتی کے نام سے جس علاقے کا صدیوں پہلے ذکر کیا ہے محققین کے مطابق وہ موجودہ بلتستان ہے۔ اس کے برعکس چینی تاریخ میں یہ علاقہ پولو کے نام سے متعارف تھا جس کا مختصر پس منظر کچھ یوں بیان ہوتا ہے 618ء میں چین میں تانگ خاندان برسر اقتدار آیا۔ اس کے ساتھ ہی جنوبی اور مغربی چین میں فوجی مہمات کا آغاز ہوا اس کے نتیجے میں چینی فوج پولو میں گھس آئی آج کی طرح اس وقت بھی چین ایک طاقت ور سلطنت تھی اس کے مقابلے میں پولو ایک چھوٹی سی ریاست تھی لیکن تانگ تاریخ میں یہ بات مذکور ہے کہ پولو کے باشندوں نے چینی فوج کی پیش قدمی کے خلاف کئی سالوں تک مذاحمت کی۔ قدیم چینی سیاحوں اور بودھ زائرین کے دیئے ہوئے نقشوں اور سفر ناموں کی مدد سے جدید دور کے محققین موجودہ لداخ و بلتستان کو ہی ملک پولو قرار دیتے ہیں جس کی سو فیصد درست ہونے کی تصدیق اس بات سے ہوتی ہے کہ بلتستان کے مغرب اور جنوب مغرب میں بسنے والے گلگت اور کوہستان کے باشندے آج بھی بلتستان کے باشندوں کو پولئی کے نام سے یاد کرتے ہیں" [1]

گلگت بلتستان اس خطے کا نیا نام ہے اور اب اس نام کے ساتھ خطے کی تشخص کا دارو مدار ہے گو گلگت الگ ریجن ہے اور بلتستان الگ، گلگت انتظامی طور پر اس پورے خطے کا صوبائی دار لحکومت ہے اور گلگت کے اضلاع میں دیامر، غذر، ہنزہ، نگر اور استور شامل ہے جبکہ بلتستان کے اضلاع میں سکردو، گنگچھے، شگر اور کھرمنگ شامل ہے۔ سکردو بلتستان کا صدر مقام ہے "گلگت سطح سمندر سے چار ہزار آٹھ سو نوے فٹ کی بلندی پر واقع ہے اور جغرافیائی زبان میں 55-35 شمالاً 23- 74 مشرق اس کا محل وقوع ہے۔ بلحاظ آب و ہوا موسم گرما میں چٹیل پہاڑوں سے خارج ہونے والی تابکاری سخت حدت کا باعث بنتی ہے تاہم راتیں قدرے خنک ہوتی ہے۔ ارد گرد ایستادہ دیو قامت پہاڑوں کے باعث قابل ذکر بارش نہیں ہوتی اور نہ ہی برف باری ہوتی ہے یا انگریز پیائش کاروں اور مساحتی اہلکاروں نے دراصل ایک ایسے خطے کی نشاندہی کے لیے یہ نام استعمال کیا جہاں ایک ہی نسل کے مختلف آریا کی گروہ بستے ہیں اس علاقے میں گلگت کے علاوہ استور، بونجی، ہنزہ، نگر، پونیال، یٰسین اور وادی سندھ کی آزاد جمہوریتوں کے علاوہ گور، داریل، نگر اور ہندوکش کے جنوب میں واقع چترال بھی شامل ہے" [2]

دراصل گلگت بلتستان جغرافیائی اعتبار سے محدود خطہ ہے تاہم لسانی اعتبار سے کثیر اللثانی خطہ مانا گیا ہے یہاں کم و بیش پندرہ مختلف زبانیں اور بولیاں بولی جاتی ہے۔ لیکن شینا اور بلتی بولنے والوں کی تعداد زیادہ ہے " شمالی علاقہ جات (گلگت بلتستان) پاکستان کے دیگر علاقوں سے اس لحاظ سے منفرد ہے کہ یہ گونا گوں ثقافتوں کے آئینہ دار ہی نہیں بلکہ پندرہ بڑی زبانوں کے جغرافیے پر مشتمل ایک خطہ ہے جہاں اردو ہی واحد وسیلہ ہے جو یہاں کے لوگوں کو تعلیمی معاشی اور مذہبی جذبات واحسانات کے اظہار کا موقع فراہم کرتا ہے" ۳

گلگت بلتستان کی زبانوں کا تذکرہ مستشرقین کے ہاں بھی ملتا ہے۔ معروف مستشرق "گریرسن" شہرہ آفاق کتاب "دی لینگویسٹک سروے آف انڈیا" میں گلگت بلتستان کے مقامی زبانوں کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے نیز اس زمانے کے معاشرت، بود و باش اور آبادیات کا تذکرہ بڑی شد و مد کے ساتھ کیا ہے۔ ۴

یہاں کی تاریخ کے حوالے سے متعلق ٹھوس اور مستند شواہد نہ ہونے کے برابر ہے تاہم جو روایات لوک داستان اور لوک کہانیوں کی صورت میں سینہ بہ سینہ چلی آرہی ہے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاسی ثقافتی اور ادبی حوالوں کی طرح مذہبی حوالے سے بھی یہ خطہ مختلف رہا ہے۔ قدیم مذاہب کا ذکر جدید نثر نگاروں نے تقریبا ایک جیسے انداز میں بیان کیا ہے۔ بلتستان تہذیب و ثقافت، مختصر تاریخ زبان و ادب، گلگت بلتسان اور تاریخ بون فلسفہ، تاریخ بلتستان، شمالی علاقہ جات میں اردو زبان و ادب اہم تصنیف ہیں۔ ۵

گلگت بلتستان ماضی بعید میں مختلف حملہ آوروں کی زد میں رہا یہاں حملہ آوروں نے بغرض اقتدار 1840 میں طاقت کا استعمال کر کے یہاں ان مٹ نقوش چھوڑے اس سلسلے میں 1840 کا سانحہ گلگت بلتستان کی تاریخ تہذیب و ثقافت اور رسم و رواج کو تبدیل کرنے کا باعث بنا یوں کہ براستہ کشمیر ہندوستان کی جانب سے ڈوگرہ استبداد نے حملہ کر کے یہاں شب خون مارا گویا 1840 سقوط بلتستان کی تاریخ ٹھہری اور اسی استبداد کے ساتھ ہی ایک لمبے عرصے کے لیے سیاہ دور کا آغاز ہوا۔

کشمیر کے زیر انتظام گلاب سنگھ کی حکومت قائم ہو گئی بعد ازاں یہ خطہ انہی کی تسلط کے بنا پر کئی نئی تہذیب اور ثقافت کی آماجگاہ بنی یوں گلگت بلتستان میں اردو زبان کا آغاز ہوا۔ "بلتستان کا آخری حکمران احمد شاہ تھا جس نے 1840ء سے لیکر 1848 عیسوی تک بلتستان کے علاوہ گلگت کے علاقہ نگر، دیامر، بونجی واستور، گریز اور لداخ پر مطلق العنان حکومت کی 1840ء میں جب گلاب سنگھ والیئ جموں کی فوج نے سکردو پر حملہ کیا تو احمد شاہ اپنے ہی بیٹے محمد شاہ بھانجے اور داماد علی شیر خان والئی کھرمنگ کی غداری کی وجہ سے گرفتار ہوئے اور جموں میں ایک قلعے میں قید ہوئے اور وہیں خالق حقیقی سے جاملے 1840ء تا 1948 عیسوی تک بلتستان پر ڈوگروں نے حکومت کی" ۶

جیسا کہ ذکر ہو چکا 1840 کے بعد یہاں اردو کا اثر و رسوخ بڑھنے لگا اور تعلیم و تدریس کے سلسلے نے ابتدائی دور پر پرائمری درجے تک کی تعلیم اردو میں دی جانے لگی۔ ڈوگرہ استبداد کے مظالم اپنی جگہ لیکن تعلیمی سلسلے میں کیے جانے والے پیش رفت کو فراموش نہیں کیا جا

سکتا۔ ابتدائی جماعتوں میں اردو زبان کی تدریس نے یہاں کے ذرائع آمد و رفت اور محدود ذرائع مواصلات اشیاء خورونوش غرض جملہ لین دین میں اردو سے آشنائی کا سلسلہ چل نکلا۔ اس ضمن میں سرکاری سطح پر پہلا سکول 1892 میں قائم کیا گیا۔" ۱۸۹۲ میں ڈوگرہ حکومت نے سکردو میں پہلا پرائمری سکول قائم کیا۔ اس کے بعد مختلف دیہات میں سکول اور مکتب قائم کیا اس کے بعد مختلف دیہات میں سکول اور مکتب قائم کرنے کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ ۱۹۴۸ میں ڈوگرہ دور کے اختتام کے وقت بلتستان میں دس مکتب سکول ۳۲ پرائمری سکول خپلو میں ایک لوئر مڈل سکول اور سکردو میں ایک لوئر ہائی سکول کل ۴۴ مدارس قائم ہو گئے تھے جن کے انتظام کے لیے ضلع لداخ میں ایک اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر سکول متعین تھا آزادی کے بعد ۱۹۵۸ تک مزید ۲۰ پرائمری سکول اور مکتب کھولے گئے۔ لڑکیوں کے لیے بھی دو پرائمری سکول کھولے گئے لوئر ہائی سکول کو ہائی سکول کا درجہ دیا گیا ۔ ے

یوں اردو اس خطے کے باسیوں اور بیرونی افراد سے رابطے کی زبان بنتی چلی گئی معلوم ہوتا ہے ابتدائی دنوں میں جب تحریک آزادی کے ہنگامہ پرور اور دردناک لمحات اور خبروں کو یہاں تک پہنچانے کا مناسب انتظام نہ تھا۔ البتہ تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ برصغیر کے نامی گرامی اخبار زمیندار کے لیے خبریں یہاں سے ارسال کی جاتی رہی۔ وسائل کی عدم دستیابی کے باعث خبریں کئی ہفتوں بعد وصول ہوتی اس ضمن میں سید محرم علی شاہ کو اس خطے کا اولین صحافی ہونے کا اعزاز حاصل ہے کہا جاتا ہے سید محرم علی شاہ زمیندار کے لیے کام کرتے اور وہاں کی خبروں اور تجزیوں سے آگاہ کرتے چنانچہ ڈوگرہ استبداد کے خلاف بغاوت اور اعلان جنگ نے برصغیر کی آزادی پسند رہنماوں کے مضامین اور خبریں مددگار ثابت ہوئی یہی وجہ ہے کہ آزادی کی لہر قلیل عرصے میں سیاچن کی فلک بوس پہاڑوں اور کے۔ ٹو کے دامن تک پہنچی یوں ۱۹۴۸ میں یہ خطہ آزاد ہوا سید محرم علی شاہ سے متعلق چند مختصر تذکرے حسب ذیل تاریخی کتب میں ملتے ہیں۔ ۸

بلتستان کا پہلا ہفت روزہ اخبار صدائے جرس ہے صدائے جرس کی اشاعت کا زمانہ 1949 ہے اس قلمی اخبار میں جنگ آزادی کے حالات و واقعات پر خبریں اور رپورٹس شائع کی جاتی رہی۔ ابتدائی دنوں میں وسائل کی کمی کی وجہ سے لوگوں کو باخبر رکھنا مشکل تھا اور اخبار کے علاوہ کوئی دوسرا ذریعہ بھی نہ تھا لہذا عوام و خواص صدائے جرس کا شدّت سے انتظار کرتے تھے۔ اسی ابتدائی دور میں صدائے جرس کے بعد جمہور اور ترجمان بھی قلمی اخبارات کی صورت میں شائع ہوئے۔ جمہور مسلم لیگ کا ترجمان تھا اور پندرہ روزہ خبریں اور تجزیے شائع کرتے اسی طرح ترجمان بھی مقبول پندرہ روزہ قلمی اخبار تھا جس نے حکومتی پالیسیوں سے ہندوستان کو اور عالمی خبروں سے باخبر رکھنے کی کوشش کی۔ ان قلمی اخبارات کے علاوہ گلگت سے جاری ہونے والا ماہنامہ " اسپینکر" بھی یہاں کی اہم ذرائع مواصلات میں شامل ہے۔ محققین نے اسپینکر کی تاریخ اشاعت 1906 بتائی ہے دراصل یہ اخبار انگریزوں نے شائع کیے اور فوجی کرنل " اسٹورڈ کو اس اخبار کا مدیر بنایا گیا۔ بعد ازاں اسپنکر بنا۔ قوی امکان ہے کہ مدیر کا تبادلہ اسپنکر کی بندش کا محرک بنی کیونکہ معاشی اور سیاسی اعتبار

سے انگریز کسی طور کمزور نہ تھے۔ اس خطے میں یکے بعد دیگرے کئی روزنامے، ہفت روزہ جات شائع ہوتے رہے۔ جن میں بادشمال، صدائے جرس، کے ٹو، سیاچن، بیدار، سلام، ترجمان وغیرہ شامل ہے۔ 9

اشاعت دین کے سلسلے میں مذہبی شخصیات نے ہمیشہ عوام کے فقہی مسائل، قرآن وحدیث کی تعلیم کے لیے تقریر وتحریر کا سہارا لیا اس سلسلے میں مذہبی علما کے پیش نظر عوام اور کم پڑھے لکھے تھے۔ لہذا تقریر وتحریر میں سادہ رواں اور عام قسم کے طرز اسلوب کو اختیار کیا ۔ گلگت بلتستان (ماضی کا شمالی علاقہ جات) میں مذہبی اثر رسوخ نے تقریر وتحریر کو تقویت دی۔ شاعری کے باب میں ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں سب سے پہلے مذہبی نوعیت کے اصناف میں طبع آزمائی ہوئی جن میں مناقب، حمد ونعت اور مراثی کے ابتدائی نقوش شامل ہیں۔

عنوان مقالہ کے تحت گلگت بلتستان میں شائع ہونے والے رسائل وجرائد کے بابت یہ کہا جاسکتا ہے کہ سب سے پہلے مذہبی نوعیت کے مضامین کی اشاعت کے لیے مذہبی جریدے کا اجراء ہوا چنانچہ حبل المتین کو پہلا اردو رسالہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ 10

حبل المتین لاہور سے شائع ہوتا رہا اس زمانے کے معروف مذہبی شخصیت آغا علی موسوی حبل المتین کی ادارت کرتے رہے۔ حبل المتین کے بعد وقتاً فوقتاً گلگت بلتستان میں رسائل وجرائد کا اجراء ہوا اور اسی طرح ادبی رسائل کے اشاعت نے اس خطے کی تہذیب و ثقافت کو فروغ دینے اور یہاں کی تاریخ کو محفوظ کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا اس ضمن میں بعض رسائل کسی ادبی فورم یا تنظیم کے زیر اہتمام شائع ہوئے ان میں سے بیشتر رسائل مالی، معاشی مسائل کے باعث جلد بن ہوگئے۔ تاہم کچھ رسائل کی اشاعت قابل قدر رہے ذیل میں ہم گلگت بلتستان کے معروف وغیر معروف ادبی ومذہبی رسائل وجرائد کی فہرست پیش کر رہے ہیں۔ ان میں سے بیشتر رسائل کی اشاعت رک گئی تھی تاہم بعض رائل شائع ہو رہے ہیں۔

حبل المتین، الزہرا، النصرت، نوائے صوفیا، قراقرم، انڈس، بلتستان کے سخنور، معراج ادب، کارواں، بلتی یل، انتخاب، کارواں، کرگل ، معراج ادب، جلوہ شمال، نگارشات بلتستان، ارض بلتستان، آواز، ایجو کیور، بالاورستان ٹائم، بالاوژن، بام جہاں، بام دنیا، بانگ سحر، بلورستان، بیاک، پربت، گلگت انجسٹ، جمہور، جیوسدا، خبرنامہ، خنجراب ٹائمز، ہمالیہ ٹائمز، خیر کسیر، سلک روٹ، شندور، شہاب، صدائے بالا، فکر ونظر، نصرات الاسلام، نوائے گلگت، وائس آف گلگت بلتستان، یوتھ ٹائم میگزین، فرائض نامہ گلگت بلتستان، سالانہ وائس آف اسٹوڈنٹس، قراقرم ٹائمز، ہمالیہ ٹائمز، آہنگ، اجالا، جٹیالین، مشعل نور، ذوق پرواز، رواں دواں، سدپارہ، سدرہ دانش سکرچن، صدف، طاب، قائد، کالج نامہ، کوہ وکن، لاچھار، آرمی، اسوہ طلبہ تنظیم، شعور، معمار وطن، میارو، بشال، وخ یل وغیرہ۔ 11

حبل المتین کی اشاعت کے تقریباً 11 برس بعد پہلی مرتبہ انٹر کالج سکردو (موجودہ ڈگری کالج) کا رسالہ "قراقرم" شائع ہوا یہ رسالہ اب سنگ کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔ قراقرم کے شمارے میں مدیر لکھتے ہیں۔

"قراقرم بلتستان کی تاریخ میں پہلے کالج کا پہلا میگزین ہے جس کے لیے جناب ممتاز خان وزیر پولیٹکل ایجنٹ صاحب بلتستان، خواجہ مہر داد صاحب پرنسپل گورنمنٹ کالج سکردو اور ہمارے شرکائے کار صد شکر کے سزاوار ہے جن میں سے ہر ایک کی بہ قدر بساط کوشش اور دلچسپی سے یہ رسالہ منظر عام پر آرہا ہے"۔ [۱۲]

اس وقت "قراقرم" کا سالنامہ شمارہ نمبر پنجم پیشِ نظر ہے گلگت بلتستان کا اولین مجلہ قراقرم بھی اپنی اشاعت کو برقرار رکھنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ گورنمنٹ ڈگری کالج سکردو کے زیر اہتمام شائع شدہ یہ رسالہ طویل عرصے بعد (بیالیس سال بعد) شائع ہوا۔ اس سالنامے کے اداریے میں کالج کے استاد طاہر ربانی صاحب نے لکھا ہے کہ 1969 سے 1972 قراقرم کے نام سے انٹر کالج سکردو کے چار شاندار سالنامے چھپے جن کی ادارت پروفیسر غلام حسین سلیم (مرحوم) اور حنیف قاضی صاحب نے کی۔ پروفیسر خواجہ مہر داد صاحب کی سیماب صفت شخصیت ان شماروں کی اشاعت میں محرک نظر آئی [۱۳]

اس رسالے میں مدیر نے اس بات کی خواہش کا اظہار کیا ہے کہ قراقرم بارش کا ایک قطرہ سہی لیکن امید ہے کہ یہ سلسلہ رم جھم کا نہیں تھمے گا اور قراقرم کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہے گا۔ سالنامہ قراقرم میں مختلف نوعیت کے مضامیں شامل ہیں۔ کالج کے اساتذہ شعبہ اردو جغرافیہ اور انگریزی کے اساتذہ کی محنت کا یہ ثمر ہے اس شمارے میں بھی گلگت بلتستان کی تاریخ تہذیب و ثقافت اصلاح معاشرہ ،مذہبی رسومات، انتخاب کلام طلباء کی تخلیقات کے علاوہ یہ رسالہ کالج میں منعقدہ تقریبات کی تصویری جھلکیاں سے مزین ہے۔ اس شمارے میں اساتذہ کے خوب صورت مضامین شامل ہیں جو تاریخی اور معلوماتی نوعیت کے ہیں۔ جیسے شعبہ سیاسیات کے لکچرار محمد الیاس (مرحوم) کا مضمون اسلام میں شوریٰ کی فضیلت واہمیت پروفیسر حشمت کمال الہامی (مرحوم) گورنمنٹ ڈگری کالج سکردو" منزل بہ منزل" "گلگت بلتستان میں صحافتی ترقی" از محمد حسن شاد اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ ابلاغ عامہ "چند ادبی مغالطے اور ان کی اصلاح" از پروفیسر موسیٰ کلیم، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو محمد حسن دلشاد کا مضمون "خواب" شامل ہے اسی طرح بلتستان کا جغرافیہ کے حوالے سے کالج کے استاد غلام مرتضیٰ کا مضمون 'بلتستان کا جغرافیہ" شامل ہے۔ [۱۴]

شعبہ انگریزی کے اساتذہ اور طلبہ کی جانب سے بھی خوب صورت مضامین قراقرم میں شامل ہے۔ گلگت بلتستان کے صحافتی اور ادبی منظر نامے میں قراقرم کا سالنامہ کسی طور اہمیت سے خالی نہیں ہے کالج میگزین ہونے کی وجہ سے دیگر رسائل کی نسبت قراقرم کا مطالعہ کرنے اور اس رسالے میں مضامین لکھنے والوں کی تعداد بھی زیادہ ہے۔ گلگت بلتستان کا بڑا ادارہ ہونے کے ناطے یہ ادارہ دو ہزار سے زائد طلبا کو زیور تعلیم سے فیض یاب کرنے میں مصروف عمل ہے۔ نیز اساتذہ کی تعداد بھی چالیس سے زائد ہے۔ امید ہے قراقرم کی (جس کا نیا نام سنگ ہے) اشاعت کا سلسلہ جاری رہے گا سالنامہ قراقرم میں شامل مضمون "گلگت بلتستان میں صحافتی ترقی" میں مضمون نگار نے ابلاغ عامہ کے شواہد کی عدم دستیابی کا گلہ کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ڈوگرہ دور حکومت میں مقامی صحافت کے کوئی آثار نظر نہیں جس کی اصل

وجہ مقامی زبانوں، بلتی، شینا، بروشیسکی وغیرہ کی تحریر میں مروج نہ ہونا اور غیر مقامی سرکاری زبانوں مثلاً انگریزی، اردو یا فارسی عوام میں مطلوبہ کیفیت میں رائج نہ ہونا قرار دیا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں صحافت کے لئے درکار دیگر لوازمات ذرائع اور وسائل، تعلیم کی کمی، فنی تکنیکی، وسائل و عوامل کی عدم دستیابی اور انتہائی درجے کی پسماندگی بھی ابلاغیاتی ذرائع اور صحافت کو اس علاقے سے کوسوں دور رکھنے کی علتوں میں شامل ہیں، اس دور کے معاشرے میں سارا ابلاغ اور گروہی ابلاغ کے عوامل سے معاشرتی و سماجی ضروریات کو پورا کیا جاتا تھا۔

قراقرم کا سالنامہ معلومات سے بھرپور ہے، نیز اس میں طلباء کے تخلیق پارے شامل ہے۔

سنگ : قراقرم کا نیا نام سنگ ہے، ڈگری کالج کے پچاس سال کی شاندار تعلیمی سال کی تکمیل پر نوے صفحات پر مشتمل سالنامہ سنگ کالج کا ترجمان ہے پچھلے شماروں کی طرح یہ شمارہ بھی مختلف حوالوں سے اہمیت کا حامل ہے اس شمارے میں خاص بات یہ ہے کہ اس کے بیشتر تخلیق کاروں کا تعلق اس مادرِ علمی سے ہے جو مختلف شعبوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس شمارے میں 44 کے قریب مضامین شامل ہیں۔ گلگت بلتستان کے سابق سکرٹری صحت و تعلیم پروفیسر مہرداد صاحب نے "یادِ ماضی" کے عنواں سے اس کالج کی ابتدائی ایام کو انتہائی خوب صورتی سے پیش کیا ہے لکھتے ہے کہ

"یہ غالباً وسط اگست 1966 کی بات ہے کہ حاکم وقت جناب بنات گل خان آفریدی پولیٹکل ایجنٹ بلتستان نے راقم کو اپنے دفتر میں بلوایا اور خواہش ظاہر کی کہ سکردو میں ایک کالج کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں۔ لہذا عرض ہے کہ جناب بنات گل خان ہی تھے جنہوں نے بلتستان میں بہت سے ترقیاتی سکیوں کے علاوہ موجودہ سکردو بازار کی تعمیر کروائی۔ البتہ اگلے چند ہفتوں میں راقم نے ایک فوری قابل عمل منصوبہ بنا کر پولیٹکل ایجنٹ کے حضور پیش کیں۔ اس تجویز میں کہا گیا کہ مذکورہ گورنمنٹ ہائی سکول سکردو شمالی حصے میں بائیں جانب کالج یکم ستمبر 1966 سے شروع کیا جائے، یہ کمرے ہائی سکول کی طلبہ کی کم تعداد کی وجہ سے خالی رہتے تھے۔ ہائی سکول کے مختصر افرنیچر کے استعمال کی اجازت دی جائے۔ [15]

سنگ سالنامہ

گلگت بلتستان کی ادب و ثقافت کا آئینی حیثیت کا معاملہ ہو تعلیم وسیاست، سیاحت اور معاشی صورتحال پر ان گنت مضامین نے اس شمارے کی اہمیت میں اضافہ کیا ہے۔ بلتستان منزل بہ منزل تعلیمی سفر یوسف حسین آبادی بلتستان میں ادب و شاعری کا ارتقاء محمد حسن حسرت کا مضمون، اس طرح "میرا نام بلتستان" پروفیسر حشمت (مرحوم) کا مضمون شامل ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اس رسائل میں تحقیقی روشن کو مد نظر رکھتے ہوئے مقالات شامل کئے جائے تا کہ اس کے حوالے سے محققین کے لئے یہ رسالہ سند کی حیثیت اختیار کریں۔ بہت سے مضامین ایسے ہیں کہ جن سے اختلاف کی گنجائش باقی ہے۔ تحقیق کے روش کو نظر انداز کر کے ادبی رسائل کی اہمیت کو بر قرار رکھنا ناممکن ہے۔ گلگت بلتستان میں ایچ ایس سی معیار کے جرنل فلفور شروع کیا جانا چاہیے تا کہ یہاں کے محققین کے تحقیقی شہ پارے ضائع ہونے سے بچ جائے اس سلسلے میں اولین ذمہ داری جامعات، انجمنوں اور تعلیمی اداروں کی ہے جس میں بلتستان یونیورسٹی اور قراقرم یونیورسٹی کو کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس بات سے انکار ممکن نہیں کی یہاں قلم کاروں نے مقامی تاریخ کو محفوظ کرنے میں حتی الامکان کوشش کی ہے تاہم باقاعدہ کام کرنے کی ضرورت ہے۔

قراقرم اور سنگ کی طرح دیگر ادبی و سماجی نوعیت کے رسائل بھی وقتاً فوقتاً سال سے شائع ہوتے رہے ہیں ذیل میں ہم ترتیب وار رسائل کا احوال پیش کر کے مقالے کو سمیٹنے کی کوشش کریں گے۔ [۱۶]

<u>**انڈس:**</u> ماہنامہ انڈس گلگت بلتستان کے اہم ادبی رسائل میں شامل ہیں۔ اس رسالے کے چیف ایڈیٹر وزیر محمد اقبال جبکہ انور بلتستانی اس رسالے کے ایڈیٹر ہے۔

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ان میں جہاں گلگت بلتستان کی سیاسی وسماجی مسائل زیر بحث لایا ہے وہیں گلگت بلتستان کی قدیم تہذیب و ثقافت جس کا سرا قدیم تبت سے ملتا ہے شامل کر کے یہاں کے ادبی تاریخ کو ضائع ہونے سے بچایا ہے ان رسائل میں مقامی لکھاریوں کے ساتھ معروف اردو ادباء و شعراء کے تاثرات اور کلام شامل ہیں اردو ادب کے معروف ادیب، شاعر اور افسانہ نگار احمد ندیم قاسمی نے گلگت بلتستان سے ادبی رسائل کی اشاعت کو خوش آئند قرار دیتے ہوئے ماہنامہ انڈس کے اولین شمارے میں لکھا ہے۔ "اردو رسالہ بلتستان جیسے دشوار گزار علاقے سے شائع ہونا بڑی بات ہے۔ میں حتیٰ المقدور تعاون کا یقین دلاتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں"

اسی طرح اردو زبان و ادب کا معروف ناقد و تاریخ ادب کا معتبر نام جناب ڈاکٹر انور سدید اسی شمارے کے بابت لکھتے ہیں۔

"مجھے انتہائی خوشی ہے کہ بلتستان سے دنیا کی ایک قدیم ترین زبان کی تحریر کے لئے محترم انور بلتستانی صاحب ایک رسالہ اردو زبان میں جاری کر رہے ہیں۔ میرے مطالعے کی حد تک اس قسم کا کوئی رسالہ پہلے بلتستان سے جاری نہیں ہوا اور اردو جو رسالے پورے برصغیر پاک و ہند میں چھپ رہے ہیں۔ اُن میں ان قدیم زبان کے بارے میں کبھی کوئی مضمون شائع نہیں ہوا مجھے یقین ہے کہ اس کمی کو اب یہ رسالہ پورا کرے گا۔ اور ہمیں اس کے بارے میں جو ایک اور قدیم زبان و تہذیب کا مرکز رہا ہے۔ بیش قیمت معلومات حاصل ہو گی میں اس کی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں اور پورے تعاون کا یقین دلاتا ہوں۔ [۱۷]

ماہنامہ انڈس نے مختلف موضوعات پر بہترین مضامین شائع کئے ہیں۔ اس رسالے کا خاصا یہ رہا ہے کہ یہاں ادبی نوعیت کے مضامین کو زیادہ جگہ ملتی ہے جیسے کہ مذکورہ شمارے میں کھرپوچو کے نام سے بلتستان کی تاریخ کا اہم قلعہ مقپون راجاؤں کی یادگار ہے۔ اس مضمون کو معروف محقق محمد حسن حسرت نے تحریر کیا ہے۔ اسی طرح شخصی انٹرویوز، معاشی مسائل، ناول، افسانے اور حالات حاضرہ سے متعلق اہم مضامین بھی شائع ہوتے ہیں۔ 2008 کا شمارہ اس وقت میرے سامنے ہے اس میں سید عباس کاظمی کا افسانہ "خواب و خیال" محمد حسین حاجی آغا کا صحافت سے متعلق مضموں صحافت "گلگت بلتستان میں" محمد عباس کھرگرونگ کا "خوابوں کا کنارہ" شامل ہے۔

ماہنامہ انڈس خصوصی ایام کی مناسبت سے خصوصی نمبر بھی شائع کرتا رہا ہے۔ محرم الحرام کی مناسبت سے خصوصی شمارہ محرم نامہ اس سلسلے میں اہم شمارہ ہے۔ اس شمارے میں کربلا اور پیام کربلا مختلف مضامین کی صورت میں پیش کر کے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کربلا کا تعلق کسی خاص مکتب و فکر سے نہیں کربلا انسانیت کے لئے درس کا پیغام ہے اور بقاء کا ضامن ہے۔ اس سلسلے میں پیام کربلا کے عنواں سے علامہ شیخ محمد حسن جعفری کا خصوصی پیغام شامل ہے۔

"طویل عرصہ گزرنے کے باوجود بھی ہر سال لاکھوں کی تعداد میں فرزندان توحید کے ساتھ غیر مسلم بھی اپنے اپنے عقیدے کے مطابق یوم عاشورہ مناتے ہیں۔ یہ ثبوت ہے کہ یوم عاشورہ اب بھی زندہ ہے اور چودہ صدیاں قبل دس محرم کے دن کو ہم اب بھی نہیں بھولے" ۱۸

اس خصوصی شمارے میں کربلاء کے شہداء کے حضور اردو کے مختلف شعراء کے کلام، مراثی اور سلام بھی شامل ہیں۔ بہر حال انڈس نے علاقے کی تہذیب و ثقافت اور زبان ادب کی ترویج کے لئے نمایاں کردار ادا کیا وقتاً فوقتاً کئی شمارے شائع کرنے کے بعد مالی مسائل کی کمی کے باعث بند ہوا۔

نگارشاتِ بلتستان:

نگارشات بلتستان کی کہنہ مشق تخلیق کاروں کی بہترین کاوشوں کا ثمر ہے یہ دراصل مختلف ادبی مضامین، افسانے، سفر نامے، شاعری اور تبصروں پر مشتمل ادبی رسالہ ہے اس لئے رسالے میں بلتستان کی تاریخ، موسیقی لوک گیتوں اور قدیم و جدید طرز معاشرت پر مضامین شامل ہیں نیز افسانے اور شاعری بھی اس مجموعے کا حصہ ہے۔

سید عباس کاظمی نے بلتستان کے موسیقی کے عنوان سے مفصل مضمون تحریر کیا ہے اس کے مطابق انہوں نے بلتی موسیقی کو تین بڑی شاخوں میں تقسیم کیا ہے۔ جن کلاسیکل، نان کلاسیکل اور جدید موسیقی ہے۔ اس مضمون میں، مضمون نگار نے مختلف مواقع رسم و رواج شادی بیاہ، قومی تہوار اور پولو کھیل کے دوران بجانے والی مختلف آلات موسیقی کا تذکرہ ملتا ہے۔ جیسے نیم کلاسیکل موسیقی کے لکھتے ہیں۔

1۔لم کار: ھدان سفر کی دھن

2۔نایو کار: کشتی کھیتے وقت کی دھن

3،۔لنگ کار: وہ دھن جو بڑے شکار کے وقت بجاتے ہیں۔

4۔ستغرا: وہ دھن جو پولو کھلاڑی گول کرنے کے بعد گیند کو ہوا میں اچھال کر مارتے ہیں۔اس وقت بجائی جاتی ہے۔ 19

غلام حسن حسنی کا شمار گلگت بلتستان کے صف اول کے شاعروں میں ہوتا ہے۔نگارشات بلتستان میں غلام حسن حسنی کا تحقیقی مقالہ شامل ہے۔نثر نگاری میں بھی حسنی نمایاں مقام رکھتا ہے۔نگارشات بلتستان میں بلتی شاعری صنف دیوان کے عنوان سے تحقیقی مضمون میں آپ نے اردو اور فارسی دیوان کے ساتھ ساتھ بلتی دیوان کے فرق کو واضع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس طرح مجموعہ کلام قافیہ ردیف کے اعتبار سے الف، بائے، مدون و مرتب ہوں اسے دیوان کہتے ہیں۔

"بلتی زبان میں یہ ایک ایسی صنف شاعری ہے جس کے اشعار بحر کے لحاظ سے تقریبا مماثلت رکھتے ہیں۔لیکن ایک دیوان کے تمام اشعار قافیے اور ردیف کا برابر ہونا ضروری نہیں۔یہ صنف شاعری کلاسیکی ادب ایک خوبصورت نمونہ ہے۔"20

فکر و نظر

عبد الکریم لکریمی کے زیرِ ادارت شائع ہونے والا ادبی سہ ماہی مجلہ فکر و نظر کے بھی کئی اہم شمارے شائع ہوئے ہیں۔یہ رسالہ گلگت بلتستان کے بیشتر اضلاع کے ساتھ غذر اور چترال میں مقبول ہیں۔ادبی نوعیت کے حامل اس رسالے کی انفرادیت یہ ہے کہ اس رسالے میں مقامی زبانوں، شینا، بلتی، بروشسکی اور وخی کے متعلق مضامین اور تاریخ معلومات شامل ہوتے ہیں۔غلام عباس نسیم کے ایک تحقیقی مضمون سے اقتباس شامل ہے "راجہ علی خان نہ صرف بروشسکی غزل کی ابتداء کی بلکہ شینا زبان میں بھی غزل کہتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ان کی فارسی شاعری بھی بہت خوبصورت ہے۔اس کے علاوہ راجہ صاحب ایک بہترین مصور بھی تھے اس امر کی ہے کہ ان کی تمام کوششوں کو یکجا کر کے کتابی کی صورت میں دنیا کے سامنے لایا۔انیسویں صدی کے نصف حصے میں بروشسکی غزل لکھنے اور کہنے والے دو شعراء قابل ذکر ہے یہ دونوں ہم عصر بھی ہیں" 21

کاروان ادب:

کاروان ادب گنگچھے کا ترجمان مجلہ ہے۔ ادبی تنظیم کا سالنامہ جس کا اجراء 1994 میں ہوا غلام حسن حسنو (صدارتی ایوارڈ یافتہ ادیب) اس کے چیف ایڈیٹر رہے ہیں دیگر ادبی رسائل و جرائد کی طرح کاروان ادب نے بھی ادبیات کے متعلق اہم مضامین شائع کیے۔ ذیل میں بلتی رسم الخط اور قدیم مذاہب سے متعلق اہم تحقیقی مضمون سے اقتباس شامل کیے دیتے ہیں۔ [۲۲]

انتخاب:

ادبی مجلہ انتخاب 2003 سے مسلسل چھپتا رہا اور اس مجلے کے 16 شمارے منظر عام پر آچکے ہیں، اس رسالے میں گلگت بلتستان کے ادبی شخصیات کے متعلق مضامین شائع کرتا رہا ہے اس رسالے میں انتخاب کا خاص نمبر "صبا نمبر" گلگت بلتستان کے مستند شاعر، لغت نویس اور شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والے عظیم شخصیات میں صبا نمبر کی اشاعت سے راجہ صبا کی زندگی کے مختلف کوششوں سے آشنائی ملتی ہے۔ محمد علی مہدی ماہر تعلیم صبا نمبر میں لکھتے ہیں۔ [۲۳]

موج ادب:

موج ادب رسالے کے اب تک صرف دو شمارے شائع ہوئے ہیں۔ ان میں سے دوسرا شمارہ کمال الہامی نمبر ہے اس سیاسی جریدہ 'موج ادب میں زیادہ تر ادبی نوعیت کے مضامین شامل ہیں شمارا نمبر در کا سر ورق نہایت ہی عمدہ نقش کاری سے مزین ہے جس پر صاحب نمبر حشمت کمال الہامی (مرحوم) کی تصویر موجود ہیں اور سرورق حشمت صاحب کا مشہور زمانہ شعر درج ہے۔

"پہاڑی سلسلے چاروں طرف ہیں بیچ میں ہم ہیں

مثالِ گوہرِ نایاب ہم پتھر میں رہتے ہیں"

جریدے کے ابتدائی صفحات پر حشمت صاحب کی تخلیق کردہ حمدیہ مثنوی اور ایک نعت موجود ہے کمال الہامی نمبر چودہ ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب کم و بیش چودہ سے پندرہ صفحات پر مشتمل ہے جن میں حشمت کمال الہامی کی فن و شخصیت پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ حشمت کمال الہامی سے متعلق اہم سیاسی رہنماؤں کے تاثرات، ادباء اور شعراء کے خیالات بھی اس شمارے کا حصہ ہے۔

الغرض حسبِ بالا ادبی رسائل کے علاوہ بھی بے شمار رسائل و جرائد کا اجراء ہوتا رہا ہے لیکن مالی مسائل اور بعض دفعہ سیاسی حالات اور پابندیوں کے باعث اپنی اشاعت جاری نہ رکھ سکا۔ ذیل میں ان رسائل کی فہرست شامل کرتے ہیں۔ جو براہ راست ادبی تو نہیں البتہ یہاں کی طرز معاشرت کو دنیا کے سامنے پیش کرنے میں کردار ادا کیا، ان رسائل میں زیادہ تر مضامین خطے کی محرومی، آئینی اصلاحات کی

ضرورت اور مکمل آئینی حیثیت کے تعین کی اہمیت پر مضامیں شامل ہیں۔ سوشل میڈیا اور ڈیجٹل میڈیا کی وجہ سے جہاں کتب بینی میں روز بروز کمی واقع ہو رہی ہے اسی طرح اخبارات ورسائل کی اشاعت بھی کافی حدتک متاثر ہو رہی ہے تاہم تحقیق و تنقید سے جڑے افراد آج بھی پرنٹ میڈیا جن میں اخبارات رسائل اور کتب شامل ہیں باقاعدگی سے مطالعہ کرتے ہیں۔ نیز یہاں کی جامعات اور دیگر تعلیمی ادارے سال بھر کی تعلیمی کارکردگیوں، پالیسیوں اور علمی وادبی و تحقیقی شہ پارے اپنے رسائل میں شائع کر رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ خطے کی تہذیب وثقافت اور تاریخ کی آبیاری کے لیے رسائل کا تسلسل کے ساتھ اجراء کیا جائے نیز خطے کے مسائل اور ان کے حل کے لیے مثبت آراء پر مشتمل مقامی وغیر مقامی قلم کاروں ادیبوں اور صحافیوں کے تجزیوں کی اشاعت کے لیے رسائل کا اجرا وقت کی اہم ضرورت ہے تاکہ سیاحتی جنت کہے جانے والے گلگت بلتستان کی آئینی وصوبائی حیثیت کا تعین ہوسکے اور یہاں کے باسیوں کو پاکستان کے دیگر شہروں کی طرح برابر کے حقوق میسر ہوں۔ بقول شاعر

ہے میسر مجھے چراغ مگر

آفتاب، آفتاب ہوتا ہے

رسائل وجرائد سے نہ صرف یہاں کی تہذیب وثقافت اور تاریخ کو محفوظ کیا جاسکے گا بلکہ قومی میڈیا اور عالمی میڈیا میں گلگت بلتستان کی نمائندگی بھی ہونے لگے گی نیز اردو زبان کی مدد سے یہاں کی صحافتی امور کی تکمیل بھی ممکن ہوگی۔

حواشی:

۱۔ غلام حسن لوبسانگ، تاریخ بون فلسفہ، (راولپنڈی، سگھا پریس اردو بازار، اپریل ۱۹۹۷ء)، ص ۱۰، ۹

۲۔ ڈاکٹر امر سنگھ چوہان، تاریخ گلگت، مترجمین، ڈاکٹر عظمیٰ سلیم، شیر باز خان برچہ لاہور، جمہوری پبلیکیشنز، ص ۱۲

۳۔ عظمیٰ سلیم، ڈاکٹر، شمالی علاقہ جات میں اردو زبان وادب، (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۸۰۰۲ء) ص ۳۵۹

۴۔ گریرسن، لنگوسٹک سروے آف انڈیا، (والیوم تھری، ۱۹۹۰ء)، ص ۳۲

۵۔ بلتستان میں اردو زبان، مشمولہ (اخبار اردو مقتدرہ قومی زبان)، ص ۱۶۹ تا ۱۷۱

۶۔ نگارشاتِ بلتستان، (بلتستان داءرہ نگارش سکردو ۲۰۰۵ء)، ص ۱۰۱

۷۔یوسف حسین آبادی، تاریخ بلتستان، (بلتستان بک ڈپو، ۲۰۰۹ء)، ص ۳۶۵

۸۔ اخبار اردو (مقتدرہ قومی زبان، ماہنامہ جولاءی، اگست ۲۰۰۳)، ص ۵۶

۹۔شیر باز علی خان برچہ، عکس گلگت بلتستان، (نارتھ پبلی کیشنز گلگت، ۲۰۱۳ء)، ص ۹۹

۱۰۔ اخبار اردو (مقتدرہ قومی زبان، ماہنامہ جولاءی، اگست ۲۰۰۳)، ص، ۱۷۲

۱۱۔ایضا، ص ۱۷۲

۱۲۔ قراقرم، گورنمنٹ انٹر میڈیٹ کالج میگزین شمارہ اول (۱۹۶۹) ص ۵

۱۳۔ایضا، شمارہ پنجم، (گورنمنٹ ڈگری کالج سکردو)، ص ۱۳

۱۴۔ ایضا، ص ۴ تا ۵

۱۵۔سالنامہ سنگ، پروفیسر مہرداد، (مشمولہ، ادماضی، ۱۹۶۶) ص، ۶

۱۶۔ایضا، پروفیسر حشمت کمال الہامی، ص ۳۲

۱۷۔مشمولہ ماہنامہ، انڈس، احمد ندیم قاسمی (فلیف ۲۰۰۶)

۱۸۔مشمولہ ماہنامہ، انڈس، انور سدید (فلیب ۲۰۰۶)

۱۹۔ماہنامہ انڈس، (فلیب ۲۰۰۹)

۲۰۔ نگارشاتِ بلتستان، (بلتستان داءرہ نگارش سکردو ۲۰۰۵ء)، ص ۱۰۳

۱۲۔ایضا، ص ۱۱۹

۲۲۔سہ ماہی، (فکرو نظر، جنوری ۲۰۰۳)، ص 20

۲۳۔ گلگت بلتستان میں اروصحافت کا ارتقا، محمد حسن، غیر مطبوعہ، ۹۶

۲۴۔ ایضا۹۵

۲۵۔ سہ ماہی جریدہ موج ادب، کمال الہامی نمبر، سرورق، (اپریل ۲۰۱۵ تا ۲۰۱۸)

ماخذ

۱۔ تاریخ جموں، الحاج مولوی حشمت اللہ خان لکھنوی (ویرناک پبلیشرز، میر پور آزاد کشمیر، ۱۹۹۱)

۲۔ ڈاکٹر امر سنگھ چوہان، تاریخِ گلگت، مترجمین، ڈاکٹر عظمیٰ سلیم، شیر باز کان برچہ (لاہور، جمہوری پبلیکیشنز ۲۰۱۰)

۳۔ عظمی سلیم، ڈاکٹر، شمالی علاقہ جات میں اردو زبان و ادب، (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان 2008ء)

۴۔ اردو صحافت زبان، تیکنک، تناظر، مشتاق صدف، (بک ٹاک لاہور، ۲۰۱۵)

۵۔ جنگ آزادی گلگت بلتستان،(زبیر پبلیکشنز۲۰۱۶)

۶۔بلتستان تہذیب و ثقافت، حسن حسرت،(بلتستان بک ڈپو۲۰۰۷)

۷۔ نگارشاتِ بلتستان،(بلتستان داءرہ نگارش سکردو۲۰۰۵ء)

۸۔ شیر باز علی خان برچہ، عکس گلگت بلتستان،(نارتھ پبلی کیشنز گلگت،2013)

۹۔ عظمی سلیم،ڈاکٹر، شمالی علاقہ جات میں اردو زبان و ادب،(اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان2008ء)

۱۰۔غلام حسن لوبسانگ، تاریخ بون فلسفہ،(راولپنڈی، سگھما پریس اردو بازار، اپریل۱۹۹۷ء)

۱۱۔ اخبار اردو(مقتدرہ قومی زبان،ماہنامہ جولاءی، اگست۲۰۰۳)

۱۲۔ محمد نذیز، بلتستان ادب و ثقافت،(یونیک کمپیوٹر سینٹر 1989)